میر حسن

پیدائش: ۱۷۲۷ء

وفات: ۱۷۸۶ء

نام میر غلام حسن اور حسؔن تخلص ہے۔ وہ نامور ہجو گو میر ضاحکؔ کے بیٹے، میر خلیقؔ کے والد اور مشہور مرثیہ نگار میر انیسؔ کے دادا تھے۔ دِلّی کے سیّدواڑا میں پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ دلّی کا شہر جو کئی بار اُجڑا، ان کے زمانے میں بھی ویران ہو گیا، تو وہ اپنے والد کے ساتھ فیض آباد چلے گئے جو اس زمانے میں اودھ کا دارالحکومت تھا۔ یہاں وہ نواب سالار جنگ کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ جب نواب آصف الدولہ نے اپنا دارالحکومت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کیا تو یہ بھی لکھنؤ آ گئے۔

شعر و شاعری کا ملکہ اُن کو ورثے میں مِلا۔ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ اُن کی شہرت غزلیات یا قصائد سے نہیں، بلکہ صرف مثنوی ''سحر البیان'' کی وجہ سے ہے۔ ایک روایتی داستان جو دراصل شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدرِ مُنیر کا افسانۂ عشق ہے لیکن میر حسؔن نے اپنے اندازِ بیان سے اِسے واقعیت اور حقیقت کا رنگ دے دیا۔ واقعہ نگاری، کردار نگاری اور منظر کشی کے ساتھ انھوں نے اپنے زمانے کے رسم و رواج اور تمدن کی تصویر کشی بھی کی ہے۔

میر حسؔن کے کلام میں اِن کی یادگار غزلیات و قصائد کا ایک دیوان، مثنویات کا ایک مجموعہ اور شاعروں کا ایک تذکرہ شامل ہے۔

شہزادے کا چھت پر سونا اور پَری کے ہاتھوں اغوا ہونا

قضا را وہ شب تھی شب چار دہ
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

نظارے نے تھا اُس کے دل کو سُرور
عجب عالم نور کا تھا ظہور

عجب لطف تھا سیرِ مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا مہتاب کا

ہُوا شاہ زادے کا دِل بے قرار
یہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار

کچھ آئی جو اُس مہ کے جی میں ترنگ
کہا: آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

کہا شہ نے اب تو گئے دِن نکل
اگر یوں ہے مرضی، تو کیا ہے خلل

قضا راہ وہ دِن تھا اُسی سال کا
غلط وہم ماضی میں تھا حال کا

سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
کہ آگے قضا کے، ہو احمق حکیم

وہ سونے کا جو تھا جڑاؤ پلنگ
کہ سیمیں تنوں کو ہو جس پر اُمنگ

کھنچی چادر ایک اس پہ شبنم کی صاف
کہ ہو چاندنی، جس صفا کی غلاف

دھرے اُس پہ تکیے کئی نرم نرم
کہ مخمل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم

کبھی نیند میں جب کہ ہوتا تھا وہ
تو رخسار رکھ اُس پہ سوتا تھا وہ

چھپائے سے ہوتا نہ، حُسن اُس کا ماند
دیے تھے لگا اُس کے مکھڑے کو چاند

وہ سویا جو اِس آن سے بے نظیر
رہا پاسباں اُس کا بدرِ منیر

ہُوا اُس کے سونے پہ عاشق جو ماہ
لگا دی اُدھر اُس نے اپنی نگاہ

وہ مہ اُس کے کوٹھے کا ہالہ ہوا
غرض واں کا عالم دوبالا ہُوا

وہ پھولوں کی خوشبو ، وہ ستھرا پلنگ
جوانی کی نیند اور وہ سونے کا ڈھنگ

جہاں تک کہ چوکی کے تھے باری دار
ہُوا جو چلی ، سو گئے ایک بار

غرض سب کو واں عالمِ خواب تھا
فقط جاگتا ایک مہتاب تھا

قضا را ہُوا اک پری کا گزر
پڑی شاہ زادے پہ اُس کی نظر

ہوئی حُسن پر اُس کے جی سے نثار
وہ تخت اپنا لائی ہَوا سے اُتار

جو دیکھا، تو عالم عجب ہے یہاں
منوّر ہے سارا زمیں آسماں

ہوئی دونوں کے حُسن کی ایک جوت
کہ جیسے ہو دو چشموں کی ایک سوت

ے عشق میں پھر یہ سُوجھی ترنگ
کہ لے چلیے اس کا امانت پلنگ

محبت کی آئی جو دل میں ہُوا
وہاں سے اُسے لے اُڑی دل رُبا

غرض لے گئی آن کی آن میں
اُڑا کر وہ اُس کو پرستان میں

کبھی دل رہے خوش کبھی درد مند
زمانے کی جب سے ہے پست و بلند

(مثنوی ''سحر البیان'')

مشق

۱۔ چاندنی رات کا منظر اپنے الفاظ میں لکھیں۔

۲۔ مصرعے کی وضاحت کریں۔

۳۔ مثنوی کی تعریف کریں۔

۴۔ درج ذیل الفاظ و محاورات کو جملوں میں استعمال کریں۔

۵۔ اس نظم سے دو اشعار لکھیں جن میں تشبیہ استعمال ہوئی ہو۔

۶۔

اس شعر میں خوش، دردمند اور پست و بلند متضاد الفاظ ہیں، اس طرح کے متضاد الفاظ سے کلام میں اثر اور معنی آفرینی پیدا ہوتی ہے۔ اسے صنعت تضاد کہتے ہیں۔ آپ ایسے تین اشعار لکھیں جن میں صنعتِ تضاد پائی جاتی ہو۔

میر ببر علی انیسؔ

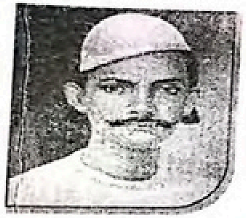

پیدائش: ۱۸۰۰ء

وفات: ۱۸۷۴ء

میر ببر علی انیس میر خلیقؔ کے فرزند اور میر حسنؔ کے پوتے تھے۔ خاندانی روایات کے مطابق انھیں گھر پر ہی تعلیم دی جاتی رہی۔ گھر کے باہر اُن کے پہلے استاد میر نجف علی فیض آبادی تھے۔ زمانہ طالب علمی میں انیسؔ کو معقولات اور لسانی مسائل سے بڑی دلچسپی تھی۔ ان کے ذاتی کتب خانے میں لگ بھگ دو ہزار کے قریب نسخے تھے۔ زمانے کے رواج کے مطابق انھوں نے شہ سواری اور شمشیر زنی بھی سیکھی۔ بعد میں فوجی تربیت بھی حاصل کی۔ ہمیشہ چاق و چوبند رہا کرتے تھے۔ طبعاً خوش مزاج اور حاضر جواب تھے۔

انیس نے شاعری کا آغاز غزل سے کیا لیکن ان کی شہرت کا مدار مرثیہ نگاری پر ہے۔ ان کے زمانے میں مرثیہ خوانی کے لیے تحت اللفظ اور سوز کا انداز اپنایا جاتا تھا۔ انیس نے دونوں طرح پر پڑھنے کے لیے مرثیے لکھے اور کامیاب رہے۔ اُن کا اسلوب سادہ، رواں اور آسان ہے۔ انسانی جذبات کا بیان انھوں نے جس طرح کیا ہے، شاید ہی کوئی کر سکے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ان کے مرثیوں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہے۔

میر انیس کے مرثیے پانچ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اُنھوں نے مرثیوں کے علاوہ سلام اور رباعیات بھی کہی ہیں۔ ان رباعیات میں بھی ان کا رنگ صوفیانہ ہے۔ مگر اُن کا کمال مرثیے کے فن میں زیادہ کھل کر سامنے آتا ہے۔

مجموعۂ کلام: کلیاتِ مراثیِ انیس